مولانا گیلانیؒ اور ان کا مطالعہ ادیان

سعاد محمد عباس*

سید عبد الغفار بخاری**

آج سے تقریباً دو صدی قبل سادات کا ایک خاندان عرب سے نکل کر ایران اور ایران سے گزر کر ہندوستان پہنچا اور صوبہ بہار میں قیام پذیر ہوا۔ اسی قبیلہ کی ایک شاخ نے ضلع پٹنہ [1] میں ایک چھوٹی سی بستی گیلانی [2] کے نام سے بسائی۔ یہ مولانا گیلانیؒ کے اجداد تھے [۳]۔

مولانا گیلانیؒ حسنی و حسینی سادات کے خاندان سے تھے۔ انکے مورث اعلی ہندوستان تشریف لائے وہ سید احمد جاجنیریؒ [4] ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بزرگ بغداد سے ہندوستان آئے اور حکومت دہلی نے انکی برگزیدہ شخصیت کے پیش نظر مونگیر [5] کے ایک گاؤں ندیانواں میں خانقاہ کے لیے انہیں جگہ دی اور ارگ گرد چند زمینیں بھی جاگیر میں عطا کیں [۶]۔ حاصل یہ ہوا کہ سید احمد جاجنیری ہندوستان تشریف لائے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ البتہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس تاریخ اور کس سنہ میں انتقال ہوا۔ لیکن سید صاحب کی اولاد کی تفصیل ملتی ہے کہ ان کی وفات اور جاگیر چھن جانے کے بعد یہ لوگ منتشر ہو گئے اور مختلف اطراف میں پھیل گئے [۷]۔

تاریخ بارہ گانواں و مضافات کے مصنّف لکھتے ہیں کہ :

"سیّد احمد جاجنیری عراق سے ہندوستان آئے تھے، لکھی سرائے کے نزدیک چند گاؤں ان کو جاگیر میں ملے تھے شیخ پورہ کے نزدیک بارہ گانواں آپ ہی کی اولاد سے آباد ہے، ان کی اولاد میں میر دھوم اور میر مقیم دو بھائی موضع یکساری سے گیلانی آئے تھے اور بعد میں مع اہل و عیال و برادر منتقل ہو گئے" [۸]۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ خاص الخواص تھے، اپنی دقت نظر اور نکتہ رسی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہی تھے۔ جامعہ عثمانیہ میں صدر شعبہ دینیات و شیخ الحدیث کافی سالوں تک رہے۔ جسارت جیسی حدیث پر تھی، قرآن، فقہ، اصول فقہ، کلام تصوف، پر بھی ویسی ہی تھی۔ پھر جامعہ عثمانیہ میں بہ حیثیت استاد اعلیٰ ڈگری رکھنے والے استادوں سے مختلف رہے، اس نے علوم جدیدہ اور مسائل حاضرہ سے بھی انہیں پوری طرح باخبر کر دیا تھا اور خیالات میں وسعت اور رواداری اسکا قدرتی نتیجہ تھی، اور شاید ایسی جامعیت کی مثال کہیں اور مل سکے [۹]۔

---

*ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد، پاکستان۔

**صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد، پاکستان۔

مولانا ایک ہی وقت میں مفسّر، محدث، فقیہ، متکلم، معقولی، اور صوفی تھے۔ تاریخ کے کثرت مطالعہ نے مؤرخ بھی بنادیا تھا۔ طلبہ کے حق میں بہترین معلم بھی تھے۔ ایک بہترین متکل اور خوش نما خطیب بھی تھے۔ ایک خاص طرز کے مالک تھے۔ کسی کے مقلد نہیں بلکہ خود ان صلاحیتیں کے موجد تھے۔ تحریر کا سب سے بڑا وصف بے ساختگی اور برجستگی تھی۔ جب اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اس پر لکھتے چلے جاتے، جو عنوان دوسروں کو سمجھ نہ آتے ان میں بھی نئے نت نکتوں کے انبار لگاتے چلے جاتے۔ تحریر کی سطر سطر جاندار ہوتی ۱۰۔

مولانا گیلانی کی عمر تقریباً بائیس برس تھی، جب وہ تعلیم سے فارغ ہوئے ،اس کے بعد انہیں معاش کی فکر ہوئی، اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلے انہوں نے ٹونک کا رخ کیا، استاد گرامی سے ملے، مدرسہ خلیلیہ میں کوئی جگہ خالی نہ تھی، کتب خانے میں فہرست سازی کا کام سپرد ہوا، اور پانچ روپے تنخواہ مقرر پائی، لیکن دوماہ کے اندر اندر مدرسہ میں مدرس کی جگہ خالی ہو گئی اور انھیں پندرہ روپے ماہانہ پر استاد مقرر کرلیا گیا۔ انہی دنوں ایک ٹیوشن کا انتظام ہو گیا اس طرح تینوں ذرائع سے ۳۰،۲۵ روپے ماہانہ آمدنی کی طرف سے اطمنیان ہو گیا۔ لیکن دیوبند چلے گئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے ان کے حالات سن کر دس روپے ماہانہ مقرر کرتے ہوئے القاسم والرشید میں مضمون نویسی کا کام دیا، اور درس وتدریس کا کام کرو، انہوں نے کام شرع کر دیا۔ ایک ماہ بعد انہیں معین المدرسین مقرر کر دیا گیا، اور مشاہرہ تیس روپے مقرر ہوا"۔

مولانا گیلانیؒ حیدرآباد عثمانیہ یونیورسٹی میں:

دیوبند میں ملازمت کے بعد مولانا گیلانیؒ حیدرآباد عثمانیہ یونیورسٹی منتقل ہو گئے۔ اسکی وضاحت مولانا کے شاگرد رشید غلام محمد بی اے کرتے ہیں :

"بات یہ ہوئی کہ ان دنوں جامعہ عثمانیہ روز افزوں وسعت ترقی کے ساتھ شعبہ دینیات میں ایک ٹھوس عالم کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ اتفاقاً ۱۹۱۹ء میں مولانا گیلانی کا حیدرآباد آنا ہوا اور یہاں علامہ حمید الدین فراہی سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ علامہ فراہی اس جوہر قابل کو پہچان گئے۔ مولانا نے خواہش کی کہ لیکچری کے لیے جامعہ میں درخواست دیں مگر مولانا کو دیوبند سے اس قدر اُنس ہو گیا تھا کہ اس مشورہ کی تکمیل میں تامل ہی رہا لیکن جب خود حضرات دیوبند نے مشورہ کی تاکید فرمائی تو مولانا کو اس کی تعمیل کرنا پڑی اور ۱۹۲۰ء میں بحیثیت لیکچرر "دینیات لازم" جامعہ عثمانیہ سے متعلق ہو گئے۔ پھر عرصہ کے بعد شعبہ دینیات میں منتقل کیے گئے، پھر ریڈر رہے اور پروفیسر ہوئے

اور بالآخر اس شعبہ کی صدارت کو کئی سال تک زینت بخش کر ۱۹۴۹ء میں ریٹائر ہو گئے "[۱۲]۔ وہ شعبہ کی جان تھے اور شعبہ دینیات ان کا مجسم ارمان "[۱۳]۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے نزدیک دین کا مفہوم :

یہاں پہلے باب میں دین کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم گزر چکا ہے اب مولانا گیلانیؒ کے ہاں دین کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ مولانا گیلانی دین کے لیے مذہب کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو گویا دین و مذہب انکی نظر میں مترادف اصطلاحات ہیں۔

مولانا گیلانی مذہب کی دو تعریفیں بیان کرتے ہیں :

تعریف اول :

مولانا گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ مذہب کا تعلق انسان سے ہے یعنی مذہب کا موضوع " نفس انسانی " ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا جہاں کی چیزیں جن میں انسان بحث کرتا ہے اور دین یا مذہب میں خود اسی انسان ہی کو بحث کا موضوع بنالیا گیا ہے جس کی دوسری تعبیر امام کے لفظ النفس سے ہے ، اسی نفس یا نفس انسانی جس چیز سے اسے نفع پہنچے، جو چیزیں انسانیت کے لیے نقصان دہ ہوں انکا جاننا اور سمجھنا مذہب ہے۔ اسکو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس علم کے فن کا خلاصہ جسے مذہب یا مذہبی علوم کہا جاتا ہے وہ ہیں جن سے عروج و زوال کے آخر تک پہنچے میں انسانی نفس کو مدد ملتی ہے اور نقصان پہنچتا ہے ۔ اس لیے مذہب میں ان چیزوں کی بحث کی جاتی ہے جنکو سمجھنے اور جاننے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً خدا، جنت دوزخ، جزاوسزا، نبوت و وحی، ملائکہ ، جبر و قدر، برزخ وغیرہ "[۱۴]۔

مولانا گیلانی نے اس سلسلہ میں عمدہ مثال پیش کی ہے : جس طرح انسان کے جسدی نظام کا تعلق علم طب کے ساتھ ہے جس میں حیوان بھی شریک ہیں ، اس نظام انسانی کی صحت و عدم صحت کے سلسلہ میں سینکڑوں دوائیں، انکی ترکیبوں اور جراحی کے عمل وغیرہ کو جاننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ان چیزوں کی فن طب میں بحث کی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح مذہب کی تحقیق کا اصل موضوع نفس انسانی ہے اور مذہبی مباحث و مسائل کے دیگر عناصر واجزاء کی حیثیت موضوع کی نہیں ہے خواہ مذہب میں اسکی جتنی مرضی اہمیت ہو۔ اسی لیے ہر زمانہ میں انسان نے سب سے زیادہ مذہب اور اسکے علوم کو اہمیت دے رکھی ہے "[۱۵]۔

مولانا گیلانی کے ہاں دین کی دوسری تعریف یہ ہے :

" دکھ اور اس کے سارے اسباب کو شکست فاش دیتے ہوئے سکھ اور اس کے سارے اسباب کی تسخیر کی کوشش کا نام دین، مذہب ہے "[۱۶]۔

دونوں تعریفیں پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ دونوں مختلف الفاظ اور انداز سے کی گئی ہیں لیکن ان کا مطلب اور حاصل ایک ہی ہے کسی بھی مذہب کا مرکزی موضوع انسان کی ذات ہے اور انسان کی سعادت ہی مطلوب ومقصود ہے۔

دوسرا یہ کہ دونوں تعریفوں میں توازن وتناسب پایا جاتا ہے ایک طرف یہ کہ مذہب نفس انسانی کو اہمیت دیتا ہے اور دوسری طرف یہ کہ نفس انسانی کے ارتقاء اور عروج کے لیے شر کی شکست اور خیر کی فتح ناگریز ہے۔

مولانا کی دونوں تعریفوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ نفس ہی روح ہے ایسا نہیں ہے، روح کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس کے ذریعہ معرفت خداوندی اور محبت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے اسرار انسان میں پوشیدہ ہیں۔(وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي)[۱۷]۔

جہاں تک نفس انسانی کی بات ہے تو اسکا تعلق عالم خلق سے ہے۔ اسکو اسلام میں نفس اور سائیکالوجی میں "Self" کہتے ہیں۔ اس حوالے سے انسانوں اور جانوروں میں یہ فرق ہے کہ نفس انسانی کو اللہ تعالی نے خصوصی ارتقائی درجات سے نوازا ہے عقل، اخلاقی حس، اور نیکی بدی کی تمیز دی ہے جو کہ جانوروں میں نہیں پائی جاتی۔

کسی بھی مذہب اور کسی بھی نسل کا انسان ہو وہ سچ بولنے کو اچھا اور بدی کو برا سمجھتا ہے اس حوالے سے قرآن کریم میں معرفت ارفکر کی اصلاحات بکثرت استعمال ہائی ہیں۔ اسی لیے انسان غلطی کرنے کے بعد یہ کہتا ہے کہ میرا نفس مجھے ملامت کررہا ہے نفس انسانی کی اس خصوصیت کی وجہ سے اسے نفس لوامہ کہا گیا ہے۔ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ-۱۸

اس حوالے سے بنیادی پیغام یہ ہے کہ نفس انسانی کے اندر اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی کا بنیادی بیج ڈال دیا ہے اور راہنمائی کے لیے انبیاء ورسل علیہم السلام بھیجے ہیں۔ کامیاب وہی ہے جو اپنے نفس کا تزکیہ کرتے ہوئے کامیابی حاصل کرے اور جو نفس انسانی اپنے حیوانی وجود کی تابع ہو وہ گویا خائب وخاسر ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا - وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۱۹

جہاں تک خیر وشر کی (نیکی اور بدی) کی بات ہے تو انسانک ی زندگی میں یہ جنگ نئ نہیں ہے، بلکہ اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان، لیکن توحید خالص اور پیغمبروں کی راہنمائی میں اپنے سفر کا آغاز کرنے والا انسان وہ "زاد" اپنے پاس رکھتا تھا جس میں ان مسائل کے حل کرنے کی صلاحیت ہے۔ اور یہی "زاد" مذہب کہلاتا ہے۔

مادیت کے دور میں انسان حقیقی اور کامل سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے لیکن تمام طریقے اس کے مسائل کے حل کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہیں کیونکہ یہ انسان اپنے مذہب اور دی ہوئی راہنمائی کو چھوڑ چاک ہے۔ وہ مذہب ہی ہے جو انسان کو دنیا وآخرت کی کامیابی اور سکون کی بشارت دیتا ہے۔

مثال کے طور پر اسلام انسان کے مسائل کو کس طرح حل کرتا ہے، اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام انسان کے مسائل کو کس طرح دیکھتا ہے قرآن کریم کے مطابق انسان اصلاً اس دنیا کا باسی نہیں ہے اور نہ دنیا اسکا اصل ٹھکانہ ہے۔ بلکہ قرآن پاک کے مطابق انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رفاقت اختیار کر کے جنت کا حصول ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ - فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ۲۰۔

انسان اس رفاقت کا حقدار تب بنتا ہے جب وہ اللہ کو بن دیکھے بھی اس کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تو بات ہو رہی تھی کہ انسان ہی مذہب کا موضوع ہے تو مذہب ہی انسان کو کامیابی کے حصول کے لیے تیار کرتا ہے۔ انسان کا اپنا وجود اسکی آزمائش بھی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے معاون بھی ہے۔ انسانی وجود کے یہ سارے پہلو اسے اس قابل بناتے ہیں کہ وہ سیدھا اپنی منزل کی سمت چلتا جائے۔ انسان کے تمام مادی، اخلاقی، عقلی اور روحانی اعمال کا آخری مقصد ابدی سکون کا حصول ہے اور اس کو ختم کر دینے والی چیزوں سے بچنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے جنت میں کامیابی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۲۱

یہ اطمینان کا سب سے مکمل بیان ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے نزدیک مطالعہ ادیان کے بنیادی مصادر:

تقابل ادیان ایک ایسا موضوع ہے جس میں ادیان عالم کا مطالعہ اور انکے بنیادی عقائد انکے موثوق بہ مصادر سے پڑھے اور سمجھے جاتے ہیں۔ کسی بھی مذہب کی مکمل جانکاری اسکے اولین مصادر میں مکمل انہاک کے بغیر نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ چونکہ تقابل ادیان ایک نہایت ہی حسّاس موضوع ہے تو براہ راست ادیان کے مصادر سے استفادہ کرنا ناگریز ہے تاکہ حق تک رسائی ممکن ہو سکے۔

مولانا گیلانیؒ نے اس حوالے سے معلومات، وسعت مطالعہ، مذاہب کی تجزیاتی و تقابلی صلاحیت اور اظہار خیال میں نہ صرف علماء سلف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اولین موثوق بہ مصادر سے براہ راست اقتباس کیا، بلکہ ایک منفرد اور متاثر کن اسلوب اپنایا۔

یہاں مولانا گیلانیؒ کی بعض موضوعات پر چار مشہور ادیان کی تحقیق پیش ہے جو آج کے بڑے ادیان مانے جاتے ہیں۔ اسلام، عیسائیت، یہودیت اور ہندومت۔

- مولانا گیلانیؒ نے اسلام کے حوالے سے قرآن پاک کو مصدر بنایا۔
- عیسائیت اور یہودیت کے لیے (انجیل اور تورات؛ پرانا عہد نامہ اور نیا عہد نامہ) کا مطالعہ کیا۔ جو نسخہ مولانا گیلانیؒ نے استعمال کیا ہے وہ آجکل "Urdu Bible Revised Edition" اردو بائبل نظر ثانی شدہ کے نام سے موسوم ہے۔
- جہاں تک ہندو مذہب کی بات ہے تو اس مذہب میں بہت سی مقدس کتابیں ہیں، جو مصدر کی حیثیت رکھتی ہیں، پر مولانا گیلانیؒ نے صرف (مہابھارت[22]) پر اکتفاء کیا۔

قرآن کریم:

بحیثیت مسلمان مولانا گیلانیؒ نے تقریباً ادیان سے متعلق ہر موضوع میں قرآن پاک کو بطور مصدر استعمال کیا ہے چاہے وہ موضوع اسلام سے متعلق ہو یا دوسرے ادیان سے۔ ان تمام مقالات کا جس میں قرآن پاک سے اقتباس کیا گیا مکمل احاطہ ممکن نہیں ہے۔ میں چند مثالیں پیش کروں گی جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ مولانا گیلانیؒ نے قرآن پاک کو بطور مصدر کس طرح استعمال کیا ہے۔

مولانا گیلانیؒ نے اپنے مقالے "ہزار سال کے قدیم ترین تاریخی وثائق قرآن کی روشنی میں" قرآن پاک کو بطور مصدر استعمال کیا ہے۔ اس مقالہ میں مولاناؒ جن قدیم وثائق کی بات کر رہے ہیں جو مصر کے قدیم ترین تہذیب کے وثائق ہیں، اور مؤرخین مصر ہی کو تہذیب کا قدیم ترین گہوارہ قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہ بائبل ہی نہیں بلکہ قرآن پاک نے بھی جس ترتیب کے ساتھ انبیاء و رسل علیہم السلام کا اور انکی قوموں کا تذکرہ کیا ہے جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے، اس ترتیب کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو انسانیت کی تاریخ کا یہ دور جو "دنجیلی تمدن[23]" بھی کہلاتا ہے۔ انسانی کمالات کی نشو نما اور ان کے آثار و نتائج کے ظہور کی آمد کا زمانہ دراز تک بنا رہا ہے۔

یہی قدیم سرزمین ہے جس میں چار پانچ ہزار سال قبل المسیح کے تحریری وثائق برآمد ہوئے ہیں۔ یورپی علماء کا احسان ہے کہ انہوں نے ان قدیم تاریخی وثائق کے پڑھنے کو ممکن بنایا ہے اور حال ہی میں مصر کے قبطی فاضل "انطری زکری" نے ان پرانے تاریخی وثیقوں میں سے چند وثائق کا یورپین زبان کی مدد سے عربی میں بھی ترجمہ شائع کیا ہے[24]۔

ان مصری وثائق کے تین مخطوطے برآمد ہوئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے:

پہلا مخطوطہ:

پہلا وثیقہ اٹھارہ صفحات کا ہے۔ قدیم فرعونی شہر جسے آجکل الاقصر کہتے ہیں۔ اسی کے قریب ایک مقبرے میں سے ایک کسان کو یہ اوراق اس مقبرہ کی زمین کھودتے ہوئے ملے تھے۔ ان اوراق کو ایک فرانسیسی فاضل "Priused

Aveme "پریس واوون نے ۱۸۴۷ء میں شائع کیا۔اور بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مخطوطہ سرخ اور سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا تھا، مصر کے دو پرانے حکیم " قاق اور فتاح حتب " کے بنائے ہوئے فقرے ہیں جو ان اوراق میں درج ہیں[۲۵]۔

دوسرا مخطوطہ:

یہ مخطوطہ الاقصر کے کھنڈروں کے پاس دیر سجری کے مقام سے ملا۔ یہ بھی تین ہزار تین سو سال قبل مسیح کا ہے۔اور اس کی نسبت مصر کے ایک کاہن "آنی" نامی کی طرف ہے۔کہتے ہیں اپنے شاگرد خون سو حتب نامی کو حکیم آنی نے یہ نصیحتیں کی تھیں۔اس مخطوطہ کو شاباس، دی روحیہ نے فرانسیسی زبان میں، ارمن نے جرمن میں اور پروفیسر ماس برو نے انگلش میں کیا[۲۶]۔

تیسرا مخطوطہ:

تیسرا مخطوطہ جس کی نسبت "آمن بت من کان حنت" کی طرف کی جاتی ہے۔ مصر قدیم کا زبردست ادیب تھا۔ تین ہزار سال قبل سمجھا جاتا تھا کہ یہ مصری تصنیف مرتب ہوئی۔ مسٹر بڈگ "Budge" نے انگلش میں اسکا ترجمہ کیا[۲۷]۔

انطری زکری نے ان قدیم مصری وثائق کا جو عربی ترجمہ کیا ہے ان میں سے مولانا گیلانیؒ نے پچاس فقروں کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ مولاناؒ نے ان وثائق کی سچائی کی تصدیق قرآن پاک کی روشنی میں کی اور اہم نتائج سے روشناس کرایا۔

میں نے ان پچاس فقروں میں سے بیس کا انتخاب کر کے ذکر کیا ہے۔ وہ فقرے درج ذیل ہیں:

۱. سیدھی راہ چلو، یہ نہ ہو کہ اللہ تم پر غضب کرے۔
۲. جھگڑا کرنے سے پرہیز کرو، ورنہ عذاب الٰہی آجائے گا۔
۳. ظالم بن کر جو دولت تم کمانا چاہتے ہو اسی کے بل بوتے پر امیر بننے کی کوشش کرو گے تو خدا تم کو فقر و فاقہ میں ڈال دے گا۔اور وہ نعمت تم سے کھینچ لی جائے گی۔
۴. خدا جسے چاہتا ہے عزت وآبرو دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل ورسوا کرتا ہے، کیونکہ اسی کے قبضہ قدرت میں تمام امور ہیں۔اور خدا کے مقابلہ حاصل بے سود اور نقصان دہ ہے۔
۵. اگر تم دانشمند ہو تو اپنے بیٹے کی پرورش خدا کی رضا کے مطابق کرو۔
۶. خلقت کے تمام امور اسی خدا کے قبضہ میں ہیں جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔
۷. شریعت کے قانون اور قاعدوں کی خلاف ورزی کرنے والا سزا کا مستحق ہو گا۔

۸. خدا کی قربت چاہتے ہو تو اعمال و کردار میں خدا کے لیے خلوص کو اپنالو بندگی واقعی ہی تمہاری سچی ہے اسکو کو پرکھتے رہو تب خدا کی رحمت تمھارے شامل حال ہو جائے گی۔اور تمھیں اپنی عنایت کی نظر سے دیکھنے لگے گا اور کیونکہ جو سستی سے کام لیتے ہیں خدا ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔

۹. تم سے جب مشورہ مانگا جائے تو شریعت کو مد نظر رکھتے ہوئے مشورہ دو۔

۱۰۔ جس پر جھوٹی تہمت لگے اس کو چاہیے کہ وہ اس ظلم کو خدا کے حضور پیش کرے۔اسکو زائل کرنے کا ضامن خداوند کریم ہے۔

۱۱۔سب سے بڑا آدمی وہ ہے جو سچا اور سیدے راستہ پر قائم ہو۔

۱۲۔گناہ گار آدمی اپنے آپکو جہنم کی آگ سے نہیں بچا سکتا۔

۱۳۔انصاف اٹل ہے بدل نہیں سکتا۔

۱۴۔امیاب زندگی ہر قسم کی بھلائیوں اور نیکیوں کی ضمانت قناعت ہے۔

۱۵۔زندگی کی لذتوں کو کھونے والا وہی ہے جو امور دنیا میں الجھا ہوا ہو گا۔

۱۶۔خدا کے آگے سجدوں اور اسکی حمد و تعریفوں سے دل کو پاک کرنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔

۱۷۔لوگوں کی برائیاں ذکر نہ کرو کیونکہ قیامت کے دن ہر وہ بات جو تم نے کی ہو گی کے ذمہ دار ہو گے۔اور تمام برائیوں کی جڑ زبان ہے اور بولنے میں اس کا لحاظ رکھا کرو۔

۱۸۔والدین کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کا برتاؤ کرتے رہنا۔ جیسا سلوک تم اپنے والدین کے ساتھ کرو گے ویسا ہی تمہاری اولاد تمھارے ساتھ کرے گی۔

۱۹۔ نشہ کرنے والے کے گھر میں قدم نہ رکھنا خواہ اسکی وجہ سے عزت و بلندی ہی کیوں نہ نصیب ہو۔

۲۰۔امیر آدمی جب کسی غریب کو ذلیل و رسوا کرتا ہے تو خدا اسکا بدلہ خود لیا کرتا ہے۔

ان فقروں کو ذکر کر کے مولانا گیلانیؒ فرماتے ہیں :انطری زکری نے ہر اس موقعہ پر جہاں " خدا" کا لفظ میرے ترجمہ میں ملے گا "اللہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔اور "اللہ" کا یہ لفظ کسی " قدیم مصری" لفظ کا ترجمہ ہے جس کا مفہوم وہی ہے جو عربی زبان کے لفظ اللہ سے سمجھا جاتا ہے ۲۸۔

مولانا گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں زیادہ گہری بات یہ ہے کہ جو باتیں ان فقروں میں ملی ہیں جیسے نیکی اور بدی، مرنے کے بعد ان کے نتائج کا ظہور جنت اور دوزخ کی شکل میں، یہ ساری باتیں اللہ کی ذکر کی ہوئی کتابوں میں موجود ہیں اور جانی بوجھی باتیں ہیں۔ تو ان مصری عقائد کے متعلق ماننا پڑے گا کہ انکا عصر مذکورہ بالا مدت سے بھی کہیں طویل ہے۔ اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن نے یہ سوال اٹھا کر:

أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ۔۲۹

کیاوہ سوچتے نہیں یاان کے پاس ایسی بات آئی ہے جوان کے پہلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔

جواب میں کبھی اس راز کاافشاء کرناہے مثلاًفرمایاگیاہے:

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ۳۰۔

ہم نےان کے لیے بات کوجوڑتے چلے آنےتاکہ وہ چونکتے رہیں۔

اسی بنیادپر قرآنی تعلیمات کوبجائےکسی "جدید نظام حیات" کے بار بار دہرادہراکر کبھی:

إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى﴾ [31]

یقیناًیہی بغیر کسی شک وشبہ کے پچھلی کتابوں میں بھی ہے۔

کبھی:

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ 32

اور یقیناًوہ(یعنی قرآن)قطعاًپہلوں کی کتابوں میں تھا۔

وغیرہ الفاظ سے اسی حقیقت کووہ ذہن نشین کرناچاہتاہے کہ یہ انسانی نسل کی زندگی کاپرانااور قدیم ترین دستور و آئین ہے۔اور یہی حیات کا بھی آئین تھاجو سیدنانوح علیہ السلام کو بھی ملاہے اور سیدناابراہیم،موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو بھی ملاہے۔بلکہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کوجسکاتذکرہ قرآن کریم میں ملتاہے۔سورۃالانعام میں اللہ رب العزت نے پیغمبروں کی طویل فہرست دے کر یہ بتاتے ہوئے کہ اس فہرست میں جن لوگوں کانام لیاگیاہے وہ ہوں یاجوان سے پہلے آئے یاجوان کے بعد آئیں گے ان میں نسلی تعلق ہو یانبوت ورسالت کی بھائی چارگی کارشتہ ہو غرض یہ کہ سارے جہاں کے پیغمبروں کوخداکی طرف سے جوراہنمائی اور ہدایت ملی تھی اس کی طرف خود صاحب قرآن سیدناحبیب خدامحمد ﷺ کوحکم دیاگیاہے:

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ﴾ ۳۳ ۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کی خدانے راہنمائی کی پس چاہیے کہ ان ہی کی راہنمائیوں کی تم بھی پیروری کرو۔

یہ کوئی نیادین ومذہب نہیں بلکہ وہی قدیم دین ہے جس کی تعلیم سیدناآدم علیہ السلام کوزمین کے اس کرے پرآباد ہونے کے ساتھ ساتھ ملتی رہی ہے۔مشہور قرآنی آیت:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ [34]۔

قطعاًوہی دین(آئینی زندگی)جواللہ کے حضور سے ملاوہ "اسلام" ہے۔

اس آیت کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو خدا تعالیٰ کے حضور سے عطا کیا گیا اور اسی دین کی پابندی کا مطالبہ ہر زمانے میں ان لوگوں سے کیا گیا جو انسان بن کر دنیا میں آئے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر وہ شخص جو اس زمین پر آدمی بن کر پیدا ہونے کے باوجود اس "قدرتی آئین" کے مطابق زندگی بسر کرنے سے بھٹک رہا ہے یقیناً وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین و ملت سے بھٹک رہا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ بھٹکنے کی وجہ اپنے نزدیک یہی رکھے ہوئے ہے کہ اسلام کو قبول کرنے کی وجہ سے وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین و ملت سے دور ہو جائے گا۔ یاللعجب؟[۳۵]۔

ہندوازم کے مصادر:

مہابھارت:

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ہندو مذہب کے مطالعے کے لیے سب سے زیادہ توجہ مہابھارت پر مرکوز کی۔ وہ فرماتے ہیں:

"مہابھارت ایک ایسی ہندو مقدس کتاب ہے جس کا اب بھی تقریباً ویدک دھرم کے ماننے والوں کے گھر گھر میں پاٹ (عبادت) ہوتی ہے۔ اور ہر کسی کی رسائی خود اس کتاب تک اور اس کے مضامین تک آسان ہے۔ اس میں ایسی حیرت انگیز چیزیں ملتی ہیں کہ آدمی مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ قرآن کے ذریعہ سے جو کچھ دیا گیا ہے، اسکا بڑا حصہ اب بھی ہندوستان کے اگلے بزرگوں کی کتابوں میں موجود ہے"۳۶۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بھی مذہب کو سمجھنے کے لیے اس کے موثوق بہ مصادر کو پڑھنا بے حد ضروری ہے ورنہ نتائج غلط ہونگے اور بے راہ روی کا سبب ہونگے۔

مولانا گیلانیؒ نے ہندوؤں کے کچھ ایسے عقائد کے دلائل "مہابھارت" سے دیے ہیں جو عام طور پر مجہول ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں:

- توحید کا عقیدہ قرآنی تعلیمات کا بنیادی مسئلہ اور جوہری روح ہے۔ یعنی صرف خالق کائنات "اللہ" کی عبادت پر ہی اصرار اور کسی کو شریک نہ ٹھرانا۔ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾۳۷ یہ تو قرآن کا محوری پیغام ہے۔ مولانا گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ پیغام "مہابھارت" میں بھی موجود ہے اور یہ ہندو مذہب کا اصل توحید ہے اور شرک کا عقیدہ بعد میں رونما ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں:

مہابھارت میں ہنومان جی قدیم ہندو دھرم کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس جگ میں دھرم کا ناش نہیں ہوتا تھا، دیوتا دانو، گندہرب، کتھر، جکش، ہنش ایک پرشوتم بھگوان کی پوجا کرتے تھے"[۳۸]۔

جسکا مطلب اس کے سوا کیا ہوگا کہ ملک کے باشندوں کے پہلے آباؤاجداد کے دین کا جوہری عنصر توحید ہی تھا۔ اور خالق عالم جلّ مجدہٗ کی ذات پاک اس ملک کا واحد معبود ہنومان جی کے زمانے میں تھی[۳۹]۔

- جو صرف خدا کی عبادت کرتا ہو[۴۰]۔

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہابھارت کی جنگ اس ملک میں جب لڑی گئی تھی تو وقت تک دینی زندگی کی روح کا یعنی توحید کا عقیدہ پایا جاتا تھا۔

- "وہی نائرائن سرشٹی (عالم) کواپتن (پیدا) کرتا ہے اور پھر اپنے میں لے کر لیتا ہے"[۴۱]۔ یعنی ہر چیز اسی کی طرف واپس ہو جاتی ہے (کل الیہ راجعون) وہی سب دیوتاؤں، رشتیوں، دانووں، گندھریوں اور منشوں کو پالنے والا ہے[۴۲]۔

حکم دیا جاتا ہے کہ: "اسی نرگن دیوتا کا پوجن کرو"[۴۳]۔

گویا: (ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ)[٤٤]۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار، پس اسی کی عبادت کرو۔

توحید کے عقیدہ کے بعد مولانا گیلانیؒ خدا کی صفات کے دلائل "مہابھارت" سے پیش کرتے ہیں۔ یہ صفات عین مطابق وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

اسی کتاب کا وہ حصہ جسے "اویوگ" کہتے ہیں، اس کے گیارہویں ادھیائے میں ایک رشی جن کا نام سجات جی بتایا گیا ہے، ان ہی کی طرف یہ بیان منسوب کیا گیا ہے کہ:

"سجات جی بولے کہ برہم کا روپ کیا بیان کروں نہ زمین میں ویسا ہے، نہ آسمان میں، نہ اس کا جسم ہے، نہ وہ سمندر میں ہے، نہ ستاروں میں، نہ بجلی میں، نہ بادلوں میں، نہ چندرمان آذکشتروں میں دکھائی دیتا ہے، نہ سورج میں، نہ اور کسی میں، اسکا روپ، بے مثل و بے حد ہے[۴۵]۔

اس برہم کی صورت کسی نظیر اور مثال سے بتائی جاسکتی اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہے۔ مطلب "لیس کمثلہ شیء" کی یہی تعبیر ہے[۴۶]۔

- نیکی یا بدی اور اس کے نتائج کا ذکر بھی مہابھارت میں ہوا ہے۔

اس عام اسلامی نظریہ کا اور جو کچھ اس کی تفصیلات ہیں اس کا جزو جزو مہابھارت میں سے ملتا ہے۔ اسی قانون کا ذکر ایک جگہ ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے، یعنی:

"پاپ پن دونوں پھل، والک (نتیجہ خیز بارآور) ہیں، ایک سے جنت اور دوسرے سے جہنم ملتا ہے[۴۷]۔

اور یہ کہ "آدمی عمل اس دنیا میں کرتا ہے اور پھل آخرت میں پاتا ہے"[۴۸]۔

﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ [۴۹]۔

یعنی ہر شخص کو اپنے اچھے کاموں کا نفع بھی ملتا ہے اور بُرے کاموں کا وبال بھی اسی پر عائد ہوتا ہے۔

اور

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ [۵۰]۔

نیک کام برے کاموں کو زائل کر دیتے ہیں۔

مہا بھارت میں جنت اور دوزخ کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔جنت وہ جگہ ہے جہاں سب کچھ موجود ہے وہاں رہنے والوں کو بھوک پیاس سردی گرمی نہیں لگتی[۵۱]۔

جنتی نعمتوں کی ایک طویل فہرست جس میں لباس، کھانا پیانا، خوش طبع خوشبوئیں، خوش طبع کلام اور ازدواجی تعلقات، غرض کہ تمام حسی لذتوں کی تفصیل کے بعد آخر میں ہے:

"وہ جسم جو نورانی جسم کہلاتا ہے جس میں نہ بڑھاپا ہے نہ جوانی ہے ہمیشہ ایک ہی حالت رہتی ہے، سرگ باس ملتا ہے، وہاں سرور ہی سرور ہے دکھ نہیں ہے"[۵۲]۔

اسی کے مقابلہ میں دوزخ کے متعلق:

"گھور نرک جہاں اندھیرا ہے، سخت عذاب والے فرشتے عذاب دیتے ہیں"[۵۳]۔

مہا بھارت کا شاید ہی کوئی حصہ ہو گا جو انسانیت کے اس آخری انجام یعنی جنت و جہنم کے تذکرہ سے خالی ہو۔

مولانا گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ جو چیزیں اور عقائد ذکر کیے گئے ہیں وہ صرف مہا بھارت میں موجود ہیں اور یہ کہ قدیم مذہبی وثائق (وید، اپنشد وغیرہ) میں نہیں ملیں۔اور جہاں یہ عقائد پائے جاتے ہیں وہاں اسکا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان عقائد کی مخالفانہ شہادتیں بھی مہا بھارت میں پائی جاتی ہیں اور بکثرت پائی جاتی ہیں۔اور یہ کہ جوہری عقائد اس ملک کی عوام میں بکثرت باقی نہیں رہے، اور وجہ یہی ہے کہ ہندو اپنی اصل تعلیمات کو کھو چکے ہیں[۵۴]۔

مذکورہ بالا باتوں کے پیش نظر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مولانا گیلانیؒ کا یہ پیغام ہے کہ ہندو مذہب کی کتابوں کا براہ راست مطالعہ کیا جائے تاکہ انکے حقیقی مذہب کو سمجھا جائے کیونکہ عام فہم میں ہے کہ ہندو مذہب ایک مشرک مذہب ہے اور اس کے عقائد کا سامی مذاہب سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔اور یہ کہ ہندو عقائد کے متعلق بے شمار منطقی تضاد اور تناقض ہے جسکو مہابھارت کے مطالعہ کے ذریعے دور کیا جاسکتا ہے اور ہندوؤں تک حقیقی پیغام پہنچانے میں معاون ثابت ہو سکتا

ہے۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں: کیاان کے پاس ایسی باتیں آئی ہیں جوانکے اگلے باپ دادوں کے پاس نہ آئی تھیں۔اس سوال کارخ جیسے دنیا کی دوسری قوموں اور امتوں کی طرف ہے اسی طرح ہندؤں کی طرف بھی ہے۔

عیسائیت کے مصادر:

انجیل:

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے عیسائی عقائد کو بیان کرنے کے لیے انجیل "عہد نامہ جدید" کو مصدر بنایا ویسے تو بائبل کے مختلف زبانوں میں بے شمار نسخے پائے جاتے ہیں مولاناؒ نے وہ نسخہ استعمال کیا جو آج بائبل "Urdu Bible Revised Edition"اردو نظر ثانی شدہ ایڈیشن کے نام سے موسوم ہے۔

مولانا گیلانیؒ نے (جنت کے متعلق مسیحی عقیدہ) کو انجیل سے بیان کیا ہے۔اور اس حوالے سے عیسائی عقیدے کی حقیقت بھی بیان کی ہے۔

مولانا گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے حوالے سے عیسائیوں کا بہت عجیب عقیدہ ہے کہ وہاں انسان اپنے تمام احساسات انسانی سے محروم کر دیا جائے گا،اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ انسان اخروی زندگی یعنی جنت میں فرشتہ بن جائے گا اور یہ کہ اس مسیحی جنت کو "روحانی جنت" کہا جاتا ہے۔اس روحانی جنت میں داخل ہونے والے انسان میں نہ کھانے کی لذت باقی رہتی ہے اور نہ کسی اور چیز کی،الغرض یہ کہ سارے لذائذ حیات سے محروم ہوتا ہے[۵۵]۔

مولانا گیلانیؒ انجیل سے اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں جس سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کا ثبوت ملتا ہے۔اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ ایک یہودی نے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جس نے متعدد شوہروں کی بیوی کے متعلق دریافت کیا تھا کہ ایسی عورت آخرت میں کس شوہر کو ملے گی؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: "دنیا میں شادی بیاہ تو ہوتی ہیں لیکن جو لوگ جنت کو حاصل کرلیں گے اور دوبارہ زندہ ہونگے ان میں شادی کا یہ رواج نہیں ہوگا"[۵۶]۔پوری آیت یہ ہے:

> "اس جہاں کے فرزندوں میں تو شادی بیاہ ہوتی ہے لیکن جو لوگ اس لائق ٹھہریں گے کہ اس جہاں کو حاصل کریں اور مردوں میں سے جی اٹھیں ان میں شادی بیاہ نہ ہوگی۔۔۔اس لئے فرشتوں کے برابر ہونگے اور قیامت کے فرزند ہو کر خدا کے بھی فرزند ہونگے[۵۷]۔

مولانا گیلانیؒ نے عیسائیوں کی اس روحانی جنت کے نظریے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انجیلوں کے یہ الفاظ کہ آخرت میں انسان فرشتوں جیسے ہونگے یا تو شراح انجیل کا اضافہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ جیسے فرشتے ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہیں مرنے کے بعد افرد بھی الگ الگ اٹھیں گے کسی عورت کا کوئی شوہر بن کر نہ اٹھے گا۔مولانا

مزید یہ فرماتے ہیں کہ روحانی جنت میں داخل ہو کر سارے لذائذ حیات سے محروم ہونا توزیادتی ہے۔اس دنیا میں اگر ایسا ہو جائے تو یہ بیماری ہے۔اور انسان ایسی بیماری کو برداشت نہیں کر سکتا اور علاج معالجہ پر مجبور ہو جاتا ہے[۵۸]۔

مولانا گیلانیؒ جنت سے متعلق عیسائی عقیدہ بیان کرنے کے بعد قرآنی عقیدہ پیش کرتے ہیں۔قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ انسان ہر حال میں خواہ نیک ہو یا بد دوسری زندگی میں انسان ہی باقی رہتا ہے۔نہ وہ جانور بن جاتا ہے جیسا ہندوؤں کا عقیدہ ہے نہ فرشتہ جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں بلکہ انسان اپنے سارے انسانی احساسات کے ساتھ جنت یا دوزخ میں داخل ہو گا[۵۹]۔

یہودیت کے مصادر:

تورات:

یہودیت کا مصدر تورات ہے جو یہودیوں کی مقدس کتاب ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا﴾[۶۰]۔

تورات بار بار ضائع ہونے اور مختلف زبانوں میں لکھے جانے کے بعد اب وہ اصلی تورات نہیں رہی جو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے کوہ سیناء پر دی تھی۔تورات جو بائبل کا پہلا حصہ "پرانے عہد نامہ" سے موسوم ہے کے بہت سارے نسخے دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں جو مختلف زبانوں میں لکھے گئے ہیں۔پاکستان میں بائبل کے اردو میں عموماً تین ہی نسخے پائے جاتے ہیں مولانا گیلانیؒ نے یہودی تاریخ اور عقائد بیان کرنے کے لیے بائبل کا اردو نظر ثانی شدہ ایڈیشن "Revised Edition" استعمال کیا ہے۔مولانا گیلانیؒ نے قرآن مجید کو بھی بطور مصدر تصدیق کے لیے استعمال کیا ہے۔

یہودیوں کی بت پرستی تورات سے:

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جب یہودیوں کو ملک مصر سے نکال لائے اور فلسطین میں آباد ہونے کا موقع بنی اسرائیل کو ملا تو اپنی حکومت کے مختلف ادوار میں یہودیوں نے باضابطہ بت پرستی کی اور ایسی بت پرستی جس میں دیوتاؤں کے ساتھ دیویوں کی بھی پوجا ہوتی تھی[۶۱]۔

یہودی سب سے زیادہ بعل کی پوجا کرتے تھے جو قدیم بت پرست دنیا کا سب سے مشہور دیوتا ہے۔بنی اسرائیل کے بادشاہ بخت نصر نے بعل کا شاندار مندر بابل میں تیار کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بابل کا لفظ اسی بعل کی طرف منسوب ہے[۶۲]۔تورات کی کتاب سلاطین میں یہودی بادشاہ اخی اب کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"بعل کی پرستش اور اسے سجدہ کرنے لگا اور بعل کے مندر میں جسے اس نے سامریہ میں بنایا تھا بعل کے لیے ایک مذبح تیار کیا" [۶۳]۔

اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ بعل کے لیے نہ صرف اونچی جگہیں بنائی گئیں اور بت تراشے گئے، بلکہ مورتیوں کے وجود سے خود ہیکل (مسجد سلیمان) ناپاک کی گئی۔ آگے اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے (شاہ منسی اسرائیلی) بچے بعل کے سامنے قربانی کے طور پر جلائے گئے اور اس کی رعیت کے لوگ جو اپنے اعتقاد میں کچے تھے اس کی بت پرستی میں جلد شامل ہو گئے۔

اس کے بعد بعل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جسے یہودی علانیہ پوج رہے تھے کتاب سلاطین میں کہ ایلیاہ سیدنا حضرت الیاس علیہ السلام یہودیوں میں مبعوث ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ تم کب تک دو خیالوں میں ڈوبے رہو گے، اگر خداوند خدا ہی خدا ہے تو اس کے پیرو ہو جاؤ اگر بعل ہے تو اس کی پیروی کرو" [۶۴]۔

قرآن پاک میں سیدنا حضرت الیاس علیہ السلام کے مواعظ میں یہ جو فقرہ پایا جاتا ہے یعنی:

﴿أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ [۶۵]۔

کیا تم بعل کو پکارتے رہو گے اور احسن الخالقین کو چھوڑ دو گے۔

شاید کتاب سلاطین کے اسی فقرے کی یہ صحیح تعبیر ہے [۶۶]۔

اس سے بھی دلچسپ یا دل دوز واقعہ یہ ہے کہ تورات جیسی کتاب کو آسمانی کتاب ماننے والی قوم حماقتوں میں ترقی کرتی ہوئے اس نوبت تک بھی پہنچ چکی تھی کہ دیوتاؤں کے ساتھ دیویوں کا عقیدہ بھی ان میں پھیل گیا تھا کتاب سلاطین میں ہے کہ خداوند کریم نے دھمکی دیتے ہوئے بنی اسرائیل کو کہا کہ: " یہودیوں نے مجھے ترک کیا اور صیدانیوں کی دیوی عستارات اور مواہبوں کے دیوتا کموس اور بنی عمون کے دیوتا ملکوم کی پرستش کی ہے" [۶۷]۔

بہر حال یہ خیال کہ تورات کو پڑھنے والی اور ماننے والی قوم شرک یا بت پرستی میں کیسے مبتلا ہو سکتی ہے اس کی تردید کے لیے مذکورہ بالا شہادتیں ہی کافی ہیں جو یہود کی کتابوں سے ماخوذ ہیں جو عہد عتیق کے مقدس مجموعہ میں ملتی ہیں [۶۸]۔

روحوں سے تعلق:

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی روحانی ہستیوں کو مسخر کرنے اور ان سے تعلق قائم کر کے غیب کے بھیدوں سے آگاہ ہونے کا طریقہ سیکھتے ہیں۔

یہودی یہ سمجھتے تھے کہ ان روحانی مشقوں سے ان میں یہ قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک نظر میں دشمن کو بھسم کر کے راکھ کر دیا جاسکتا ہے۔ اقو ایک ہی نظر میں بیماروں کو اچھا کیا جاسکتا ہے [۶۹]۔

اس سلسلہ میں پرانے عہد نامے کے مجموعے میں سموئل نامی کتاب سے ایک قصہ پیش ہے: اس کا حاصل یہ ہے کہ ساؤل (طالوت) کی جنگ فلسطینی قوم سے چھڑنے والی تھی۔ فوجیں طرفین سے آکر ایک دوسرے کے روبرو جب ہوئیں تو ساؤل ڈر گیا۔ اس نے خوابوں کے ذریعہ اس جنگ کے انجام کو جانے لیکن کوئی اشارہ نہ ملا تب اس نے ایک عورت سے جو کسی بھوت سے تعلق رکھتی تھی کو تلاش کر کے یہ خواہش کی کہ سموئل نبی جس نے یہودیوں کی بادشاہی کے لیے ساؤل کا انتخاب کیا تھا اور فلسطینیوں کی اس پیش آنے والی جنگ کے زمانے میں سموئل کا انتقال ہو چکا تھا، اسی سموئل کی روح کو ساؤل نے کہا کہ وہ جوگن بلائے۔ لکھا ہے کہ جوگن پر جب وہ کیفیت طاری ہوئی جو بھوت بھرنے کے وقت ہوتی ہے تب ساؤل کے پوچھنے پر کہ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے جوگن بولی: مجھے ایک دیوتا زمین سے اوپر آتا دکھائی دیتا ہے۔

ساؤل نے پوچھا کیسی شکل ہے؟

جوگن نے کہا: ایک بڈھا اوپر کو آرہا ہے جبہ پہن رکھا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ یہ سننے کے ساتھ ہی طالوت سمجھ گیا کہ سموئل نبی کی روح آگئی اور اس نے منہ کے بل گر کر زمین پر سجدہ کیا یہ سموئل کی روح نے لکھا ہے تب ساؤل سے کہا: تو نے مجھے کیوں بے چین کیا کہ مجھے اوپر بلوایا؟[۴۰]

آگے ہے کہ ساؤل اپنا دکھڑا سموئل کے آگے دہرانے لگا دونوں میں سوالات وجواب کا طویل سلسلہ اس کے بعد ہے جس کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس قصہ کی اصل نوعیت کیا ہے؟ اگر یہ ساؤل وہی طالوت ہیں جنکا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے تو ایسے مومن نبی کے منتخب بادشاہ کے متعلق یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ بھوت سے تعلق رکھنے والی جوگن سے مدد کے طالب ہوئے ہوں، تاہم اس سے اس کا تو پتہ چلتا ہے کہ روحوں کے متعلق حاضرات کا عمل یہود جو کرتے تھے اور اس ذریعے سے مرے ہوئے لوگوں کی حاضری کا دعویٰ جو کیا جاتا تھا۔ اس کی نوعیت کیا تھی[۴۱]۔

ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہودی یہ سمجھتے تھے کہ روح کی پوشیدہ قوتوں کو مجاہدہ اور ریاضت کی مشقوں سے ترقی کر کے اس حد تک پہنچایا جاسکتا ہے کہ غیبی باتوں کو جاننے کی اور اپنی مرضی کے مطابق غیر معمولی تصرفات کی کی قدرت آدمی میں پیدا ہو جاتی ہے[۴۲]۔

یہودی اخلاق:

تورات کی کتاب یسعیاہ میں ذکر ہے: "خطاکار، بدکردار قوم اور ان کی نسل، اور انکی مکار اولاد جنہوں نے خداوند کا انکار کیا اسرائیل کے مقدس نبی کو حقیر جانا اور گمراہ ہو گئے"[۴۳]۔ "تم بغاوت کر کے کیوں مار کھاؤ گے تمام سر بیمار ہے اور دل بلکل سست ہے تلوے سے لیکر چاندی اس میں کہیں صحت نہیں فقط زخم اور چوٹ اور سڑے ہوئے گھاؤ ہی ہیں جو نہ دبائے گئے نہ باندھے گئے نہ تیل سے نرم کیے گئے ہیں"[۴۴]۔

یسعیاہ نبی کے منسوبہ صحیفہ میں ہے اس قوم کو خدا کا مخاطب بنا کر وہی فرماتے تھے۔" خداوند کریم فرماتا ہے تمہارے ذبیحوں کی کثرت سے مجھے کیا کام؟ میں فربہ جانوروں کی قربانیوں اور ان کی چربیوں سے بے زار ہوں۔اور ان جانوروں میں میری خوشنودی نہیں ہے"۔

حالانکہ ظاہر ہے کہ قربانی یا سبت یا عید وغیرہ ساری چیزوں کا تعلق دین سے تھا مگر اسرائیل کا خدااس قوم کے سارے دینی کاروبار سے بیزار تھا۔کیوں بیزار تھا؟ مذکورہ بالا جملوں کے بعد ہی اسکا جواب دیا گیا ہے کہ "کیونکہ میں بدکرداری کے ساتھ عید کو برداشت نہیں کرتا مجھے تمہارے نئے چاندوں اور تمہاری مقررہ عیدوں سے نفرت ہے"[۷۵]۔

اس منفی حکم پر یرمیاہ نبی کے صحیفہ میں یہودیوں سے یہ مثبت مطالبات جو کیے گئے ہیں کہ

"اگر تم اپنی روشیں اور اپنے اعمال درست کرو، اگر ہر آدمی اور اس کے ہمائے میں انصاف کرو، اگر پردیسی، یتیم اور بیوہ پر ظلم نہ کرو اور اس ہیکل میں بے گناہ کا خون نہ بہاؤ"[۷۶]۔

"اے انسان: اس نے تجھ پر نیکی ظاہر کر دی ہے خداوند تجھ سے اس کے سوا کیا چاہتا ہے کہ تو انصاف کرے، اور رحم دلی کو عزیز رکھے اور خدا کے حضور محبت سے چلے"[۷۷]۔

مطلب وہی ہے کہ دین کی حقیقی روح سے اسرائیل کی اولاد محروم ہو چکی تھی اور ایک کھوکھلے قالب کی شکل میں دین اس میں باقی رہ گیا تھا جس کو بجائے سچی نیکیوں اور صحیح اعمال کے صرف دنیاوی برتری کے اظہار کا ذریعہ ذریعہ ان لوگوں نے آپس میں بنا رکھا تھا اور آپس میں اس بات پر فخر کرتے تھے کہ قربانی میں زیادہ قیمتی زیدہ فربہ جانور کس نے پیش کیے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عاموس کی زبان سے انکو بتلایا گیا تھا کہ " تم عدالت کو اندرائن اور ثمرہ صداقت کو ناگ دونا بنا رکھا ہے تم فضول چیزوں پر فخر کرتے ہو"[۷۸]۔

انہوں نے ایسی باتوں کو جو ان کے دین میں اہم تھیں کو غیر اہم بنایا اور جن کی کچھ بھی اہمیت نہ تھی لیکن فخر اور مباہات کا ذریعہ بن سکتی تھیں ان کو یہود نے غیر معمولی دینی اہمیت دے رکھی تھی یہی قربانی جن سے معلوم ہوتا تھا کہ یہود کا سارا دین ان ہی میں منحصر ہو کر رہ گیا تھا۔

بنی اسرائیل کے ان ہی پرانے صحیفوں سے ثابت ہے کہ مذکورہ بالا حال عوام ہی کا نہیں تھا بلکہ قوم کے سردار بھی اسی میں مبتلا تھے۔ وہ عدالت کے کمروں میں انصاف کرنے کے لیے داخل ہوتے تو ادھار نفع کے نقد کا سوال اور آکرت کے مقابلہ عاجلہ کا سوال سامنے آجاتا تھا۔

میکاہ کے صحیفے میں ہے کہ خداوند کے نام سے یہود کو کہا گیا کہ "اے بنی یعقوب کے سردارو اور اے بنی اسرائیل کے حاکمو جو عدالت سے عداوت رکھتے ہو اور راستی کو مڑوڑتے ہو"۔

اسی طرح یہود کے مذہبی راہنماؤں کے متعلق میکاہ کے صحیفہ میں "اس کے کاہن اجرت لیکر تعلیم دیتے ہیں اور اس کے نبی روپیہ لیکر فال گری کرتے ہیں [۷۹]۔

آگے اسی کے بعد مسلسل اسی قسم کے فقرات اس کتاب میں یکے بعد دیگرے پائے جاتے ہیں کہ "ان پر افسوس جو نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی کہتے ہیں، اور نور کی جگہ تاریکی اور تاریکی کی فگہ نور کو دیتے ہیں اور شیرینی کے بدلے تلخی اور تلخی کے بدلے شیرینی رکھتے ہیں"۔

یہود یا بنی اسرائیل کی دینی حالت اور انحطاط کا نقشہ مذکورہ بالا اقتباسات سے پڑھنے والوں کے دماغ میں آسکتا ہے بلکل اسی سے متصل قرآن پاک میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "اور جو مقصد بنالیتا ہے اسی جلدی آنے والی زندگی کو، پھر جس کے لیے جتنا اور جیسا چاہیں ہم جلد ہی تیار کر دیتے ہیں۔ یعنی: (مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ) [۸۰]۔ کا حاصل اور ترجمہ ہے۔

اسی کے بعد صاف صاف لفظوں میں کہ دیا کہ العاجلہ ہی کو مقصود اور اپنے وجود کا نصب العین بنانے والوں کو مطلع کر دیا جائے کہ "پھر ان لوگوں کے لیے ہم جہنم کو مذمت کیا ہوا بنار کھا ہے جس میں وہ داخل ہو گا۔ اور ذلیل وخوار ہو کر۔ جو قرآنی الفاظ: (ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا) [۸۱] ۔ کا حاصل اور ترجمہ ہے [۸۲]۔

(وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا) [۸۳]۔ اور جس نے آخرت کو مراد بنا لیا اور اسکے لیے جو کوشش ہونی چاہیے تھی کیا اور وہ مؤمن ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کی کوشش شاباشی اور ستائش کی مستحق ہے [۸۴]۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہود نے اپنے دین کو صرف دنیا اور دنیاداری کا ذریعہ بنالیا تھا اور دنیا پرست ہو چکے تھے لیکن وہ سب کچھ اسی دنیا میں چاہتے تھے لیکن قرآن پاک میں آیا ہے کہ کامیاب وہی ہے جو دنیا اور آخرت کو ساتھ لیکر چلے ۸۵۔

حواشی وحوالہ جات

۱ یہ ریاست بہار کا ایک ضلع ہے جسکا رقبہ ۴۵.۹۹ مربع کلو میٹر ہے۔اور اس وقت کی آبادی تقریباً ۱۶لاکھ تراسی ہزار دو سو ہے۔اور یہ مشرقی انڈیا میں کلکتہ کے بعد دوسرا بڑا شہر ہے۔آبادی کے لحاظ سے انیسواں بڑا شہر ہے۔

۲ گیلانی ایک مختصر آبادی ہے، جس کا پورا نام " محی الدین پور گیلانی" ہے۔ قدیم سرکاری کاغذات میں یہ نام موجود ہے، بعد میں محی الدین پور حذف ہو کر صرف گیلانی رہ گیا، اور اسی نام سے مشہور ہے، اس گاؤں میں کچھ مسلم اور غیر مسلم آباد ہیں۔بر بیگھہ سے ایک سڑک بہار شریف کو جاتی ہے، اسی سڑک پر بر بیگھہ سے میل دو میل کی دوری پر گیلانی واقع ہے، (عالم بے بدل، حیات مولانا گیلانیؒ، مفتاحی ، مفتی محمد ظفیر الدین، ص: ۳۰)

۳ عالم بے بدل ، محمد اکرام چغتائی، محقق گیلانیؒ، مولانا عبد الماجد دریا بادی، سنگ میل پبلیکیشنزلا ہور،۲۰۰۹م، ص:۸۱

۴ ۵۸۸ھ کی ابتداء سے لیکر ۶۰۲ھ کے درمیانی عرصہ میں سلطان شہاب الدین محمد غوری ، راجہ مر قوم کے ساتھ جنگ کر رہا تھااور راج ہرائے پتھوراجو دہلی کے تخت کا مالک تھااس نے تین بار سلطان شہاب الدین محمد غوری کو شکست دی تھی، اس لیے شہاب الدین نے سادات قوم کے ساتھ ملکر جہاد کرنے کی آرزو کی ، اور جن جن مقاموں میں سادات قوم پائے گئے ،انکو بھی جہاد میں شامل کیا گیا، اور جناب سیّد احمد جاجنیری قدّس سرہٗ کو بھی ہمراہ لے کر مقام دہلی پر بغرض جہاد چڑھائی کی، اس لڑائی میں جدّامجد سادات بارہان بھی شریک تھے، چناچہ بفضل کریم باعث قوم اولاد رسول اللہ ﷺ راجہ پتھوڑا مغلوب ہوا، اور سلطان کو فتح ہوئی۔(عالم بے بدل، حیات مولانا گیلانیؒ، مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی، ص: ۱۲۷)

۵ بھارتی ریاست بہار کے ۳۸ اضلاع میں سے ایک ضلع ہے، منگیر شہر اس ضلع کا انتظامی ہیڈ کواٹر ہے۔

۶ عالم بے بدل ، مولانا گیلانیؒ حیات وشخصیت، مظفر گیلانی، ص: ۹۲

۷ عالم بے بدل، حیات مولانا گیلانیؒ، مفتاحی ، مفتی محمد ظفیر الدین، ص: ۲۶-۲۷

۸ حوالہ بالا، ص: ۲۸

۹ عالم بے بدل، مولانا عبد الماجد دریا بادی، ص: ۸۷

۱۰ حوالہ بالا، ص: ۸۷

۱۱ شخصیت و سوانح، ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری، ص: ۳۳۴

۱۲ عالم بے بدل، مفتی محمد ظفیر الدین، ص: ۲۱۳-۲۱۴

۱۳ مقالات احسانی، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ ، کراچی ، ادارہ مجلس علمی ، طبع دوم، ۱۳۹۹ھ ، صفحہ نمبر ۷

۱۴ مقدمہ تدوین فقہ، گیلانی، مولانا مناظر احسن، لاہور، المیزان ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۵ء، صفحہ نمبر ۵۴-۵۵

۱۵ مقدمہ تدوین فقہ، گیلانی، صفحہ نمبر ۵۴-۵۵

۱۶ فیوضات گیلانی، گیلانی، مولانا مناظر احسن، مرتب: حافظ محمد بلال اعجاز، لاہور، مکتبہ احمد، صفحہ نمبر ۳۹۵

۱۷ سورۃالاسراء آیۃ۱۷/۸۵

۱۸ سورۃالقیامہ آیۃ۷۵/۲

۱۹ سورۃالشّمس آیۃ نمبر۹،۱۰ / ۹۱

۲۰ سورۃالقمر آیۃ۵۴،۵۵ / ۵۴

۲۱ سورۃالبقرۃ آیۃ نمبر۲۷۷ / ۲

۲۲ مہا بھارت ہندوؤں کی سب سے بڑی مقدسہ بلند مقام کتاب ہے، یہ دنیائے ادب کی طویل ترین نظم ہے جو تقریباً ۲۱۵۰۰۰ (دو لاکھ پندرہ ہزار) اشعار پر مشتمل ہے، اس نظمی کتاب کو دیاس جی کی تصنیف بھی کہا جاتا ہے، جو انہوں نے اپنے شاگرد ویشم پائن کو سکھائی، اس کی ترتیب چھٹی صدی قبل مسیح ہے، اس میں دو اصل دو خاندانوں کورو اور پانڈوں کر درمیان ہونے والی ایک بہت بڑی جنگ کی کہانی بھی ہے۔ (مطالعہ مذاہب عالم، ڈاکٹر آسیہ رشید، ادارہ تحقیقات مذاہب، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۲۴)

۲۳ دجلہ و نیل کے درمیانی علاقے سے شروع ہو کر عرب کے جنوب میں عادی تمدن اور شمال کے ثمودی تمدن ان کے سوا ان کے آس پاس کے علاقوں سے گزرتے ہوئے بالاخرش قدیم عہد کا اختتام دریائے نیل کے کنارے سے اس طوفانی جوش و خروش پر ہوتا ہے جسے فراعنہ کے اہرامی تمدن کا نام دیا جاسکتا ہے دجلہ اور نیل کے درمیان کا یہی علاقہ ہے۔

۲۴ ہزار سال کے قدیم ترین تاریخی وثائق قرآن کی روشنی میں، گیلانی، مولانا مناظر احسن، برہان، دہلی، جولائی ۱۹۴۹ء، ص: ۲۵

۲۵ حوالہ بالا ص: ۲۶

۲۶ حوالہ بالا ص: ۲۷

۲۷ حوالہ بالا

۲۸ ہزار سال کے قدیم ترین تاریخی وثائق قرآن کی روشنی میں، ص: ۳۴

۲۹ سورۃالمومنون، آیۃ: ۲۳/۶۸

۳۰ سورۃالقصص، آیۃ: ۲۷/۵۱

۳۱ سورۃالاعلیٰ، آیۃ: ۸۷/۱۸

۳۲ سورۃالشعراء، آیۃ: ۲۶/۱۹۶

۳۳ سورۃالانعام، آیۃ: ۶/۹۰

۳۴ سورۃ آل عمران، آیۃ: ۳/۱۹
۳۵ ہزار سال کے قدیم ترین تاریخی وثائق قرآن کی روشنی میں، ص: ۳۷
۳۶ مقالات گیلانی، گیلانی، مولانا مناظر احسن، ناشر؛ جمیلہ شوکت، لاہور، شیخ زاید اسلامک سینٹر، ۲۰۰۴ء، ص: ۵۰
۳۷ سورۃ الاخلاص، آیۃ: ۱۱۱/۱
۳۸ مہابھارت، مترجم ماتھر دہلوی، منشی شری رام، دہلی، نولکشور، ۱۹۱۴ء، بن پرب ادھیائے، ۷۱
۳۹ حوالہ بالا، ص: ۵۱
۴۰ مہابھارت، شانتی پرب ادھیائے، ۲۳
۴۱ حوالہ بالا
۴۲ حوالہ بالا
۴۳ حوالہ بالا
۴۴ سورۃ یونس، آیۃ: ۱۰/۳
۴۵ مہابھارت، اویوگ ادھیائے، ۱۱
۴۶ مقالات گیلانی، ص: ۵۳
۴۷ مہابھارت، اویوگ ادھیائے، ۱۱
۴۸ مہابھارت، بن پرب ادھیائے، ۹
۴۹ سورۃ البقرۃ، آیۃ: ۲/۲۸۶
۵۰ سورۃ ھود، آیۃ: ۱۱/۱۱۴
۵۱ مہابھارت، بن پرب ادھیائے، ۹
۵۲ حوالہ بالا
۵۳ حوالہ بالا
۵۴ مقالات گیلانی، ص: ۶۴-۶۵
۵۵ الدین القیم، گیلانی، مولانا مناظر احسن، مرتب ابو سلمان شاہجہان پوری، کراچی، مکتبہ اسعدیہ، فروری ۲۰۱۰ء، صفحہ ۱۵۳-۱۵۴
۵۶ اردو بائبل نظر ثانی شدہ ایڈیشن، لوقا ۲۱-۳۵
۵۷ حوالہ بالا، لوقا ۳۱-۳۷
۵۸ الدین القیم، گیلانی، مولانا مناظر احسن، ص: ۱۵۵
۵۹ حوالہ بالا، ص: ۱۵۵-۱۵۶
۶۰ سورۃ المائدۃ، آیۃ: ۵/۴۴
۶۱ تورات کے دس احکام اور قرآن کے دس احکام، گیلانی، مولانا مناظر احسن، برہان، دہلی، جون ۱۹۵۱ء، صفحہ ۱۷

۶۲ تورات کے دس احکام، ص:۱۷-۱۸
۶۳ اردو بائبل نظر ثانی شدہ ایڈیشن، کتاب سلاطین ۳۱/۱۶
۶۴ حوالہ بالا، کتاب سلاطین ۲۰/۱۸
۶۵ سورۃ الصافات، آیۃ: ۳۷/۱۲۵
۶۶ تورات کے دس احکام، ص:۱۹
۶۷ حوالہ بالا، کتاب سلاطین ۳۳/۱۱
۶۸ تورات کے دس احکام، ص: ۲۳
۶۹ حوالہ بالا، ص:۲۵
۷۰ حوالہ بالا، باب ۲۸ سموئیل نمبر ا
۷۱ تورات کے دس احکام، ص:۲۶
۷۲ حوالہ بالا، ص:۲۷
۷۳ حوالہ بالا، کتاب یسعیاہ باب ۴/۱
۷۴ حوالہ بالا، کتاب یسعیاہ باب ۶/۱
۷۵ حوالہ بالا، کتاب یسعیاہ باب ۱۳/۱
۷۶ حوالہ بالا، کتاب یرمیاہ باب ۷/ ۵-۶
۷۷ حوالہ بالا، کتاب یرمیاہ ۶/۸
۷۸ حوالہ بالا، کتاب عاموس ۶/ ۱۲
۷۹ حوالہ بالا، کتاب یرمیاہ ۱۱/۳
۸۰ سورۃ الاسراء، آیۃ: ۱۸/۱۷
۸۱ سورۃ الاسراء، آیۃ: ۱۸/۱۷
۸۲ تورات کے دس احکام، ص:۳۹
۸۳ سورۃ الاسراء، آیۃ: ۱۷/۱۹
۸۴ حوالہ بالا، ص:۴۰
۸۵ حوالہ بالا، ص:۴۱